قرآن میں نقطے اور حرکات

آخری قسط

ڈاکٹر محمود رامیار

قرآن کا سرکاری نسخہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں تدوین پاچکا تھا۔ مگر پھر بھی دوسرے مصاحف گوشہ و کنار میں مقبول تھے اور تیس سال تک (۶۵ھ عبدالملک کی خلافت تک) قرآن کے بہت سے ایسے نسخے موجود تھے جن میں باہم اختلاف تھا۔

بنی امیہ نے خلافت حاصل کرنے کے بعد قرآن کو رواج دے کر بہت سے سیاسی فوائد حاصل کئے۔ جب مروان تخت خلافت پر بیٹھا تو اس نے پوری کوشش کی کہ سوائے مصحف عثمانی کے کوئی دوسرا نسخہ باقی نہ رہے اور اس سلسلے میں اس نے کسی بھی طریقے سے دریغ نہیں کیا۔ اس نے حضرت بی بی حفصہؓ سے بھی ان کا مصحف قرآن مانگا مگر انہوں نے انکار کردیا۔ جب ان کے مرنے کے بعد وہ ان کے جنازے پر آیا تو عبداللہ بن عمرؓ سے اس مصحف کا مطالبہ کیا اور آخر کار ان سے لے کر اس کو تلف کردیا۔ (۴۶)

عبدالملک بن مروان ۶۵ھ میں تخت خلافت پر بیٹھا' اس نے بنی امیہ کی سلطنت کے استحکام کے لئے بڑی سنجیدہ کوششیں کیں۔ کہا گیا ہے کہ ملتے جلتے حروف پر نقطہ گزاری کا کام پہلی بار عبدالملک کے زمانے میں ہوا' مگر اس سے پہلے کی کتابیں جو دستیاب ہوئی ہیں۔ ان میں بھی ب' ت اور ث کی طرح کے حروف پر نقطہ گزاری ہو چکی تھی۔ عبدالملک نے اپنی حکومت کی بنیادوں کو مستحکم کرنے کے لئے دو سخت گیر' سفاک اور ظالم گورنر۔ عبیداللہ بن زیاد (۴۷) اور حجاج بن یوسف ثقفی رکھے ہوئے تھے۔ (۴۸)

بنی امیہ کے مخالفین میں بڑے قوی اور فعال گروہ بھی تھے۔ مثلاً عبداللہ بن زبیر حجاز میں اور انکے بھائی مصعب عراق میں تھے۔ عبدالرحمن ابن اشعث نے ۸۱ھ (۷۰۰ء) میں جنوبی عراق اور مغربی ایران میں خلیفہ دمشق کے خلاف قیام کیا اور خوارج بھی ہنگامہ آرائی میں کسی سے پیچھے نہیں تھے۔ ان گروہوں میں سب سے زیادہ مظلوم اور متقی

و پرہیز گار اولاد علی تھی جو بنی امیہ کی مخالف تھی۔ اس گروہ میں مختلف قاری موجود تھے جو علی بن ابی طالب' عبداللہ بن مسعود' ابی بن کعب اور ابو موسیٰ اشعری کی قرائت پر قرآن پڑھتے تھے۔ یہ لوگ کسی صورت میں مرکزی خلافت کے سامنے جھک نہیں رہے تھے اور قرآن سے تمسک کے لئے دوسرا راستہ اختیار کرتے تھے۔ حجاج بن یوسف کی ظالمانہ اور میکیاولی سیاست نے (بنی امیہ کیلئے) کامیابی کے راستے کھول دیئے' اس کو اس کام پر مامور کیا گیا کہ سوائے مصاحف عثمانی کے اور کسی نسخے کو باقی نہ چھوڑے۔ وہ قرآن کے نسخوں کی تلاش میں رہتا اور جہاں نسخہ عثمانی کے علاوہ کوئی نسخہ ملتا اس کو تلف کر دیتا' مگر قاری حضرات اس آسانی سے دست بردار ہونے کو تیار نہیں تھے اور اگر ان کا نسخہ چھین لیا جاتا تو وہ قوی حافظے سے ہر چیز با سانی سنا دیتے۔ چنانچہ ایسے قاریوں کو بھی یا تو ختم کر دیا گیا یا قید میں ڈال دیا گیا کہ کوئی مصحف عثمانی کے علاوہ کسی نسخے کو حافظے سے سنانے والا نہ رہ جائے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ حجاج کا ان ساری باتوں سے حقیقی مقصد بنی امیہ کی حکومت کی بنیادوں کو مستحکم کرنا تھا مگر ساتھ ہی ساتھ مصحف کی حفاظت کا کام بھی ہو رہا تھا۔

ان ستم گیر اقدامات سے پہلے قرائت قرآن کو آسان کرنے کی کوشش بھی کی گئی تھی۔ جس طرح قرآن لکھا جاتا تھا اس کی قرائت مشکل اور بعض لوگوں کے لئے بہت وقت طلب تھی۔ اس کو مد نظر رکھ کر قرائت آسان بنانے کی فکر کی گئی کہ یزید فارسی کہتا ہے۔ عبیداللہ بن زیاد نے حکم دیا کہ 'الف' کے حرف کو قرآن میں وارد کرو اور اس طرح دو ہزار حرف قرآن میں وارد کئے گئے۔ اس وقت تک بجائے 'قالوا' کے 'قلو' اور 'کانوا' کے عوض 'کنو' لکھا کرتے اور 'قل و کن' کو 'قال و کان' پڑھا جاتا تھا۔

ابن ابی داؤد سجستانی کہتا ہے۔ جب حکومت حجاج کے ہاتھ میں آئی تو اس سے عبیداللہ بن زیاد کے اس کام کا ذکر ہوا۔ اس نے یزید فارسی کو بلا کر جو خود کہتا ہے۔ شروع میں بہت ڈرا اور یقین تھا کہ قتل کیا جاؤں گا۔ مگر جب میں نے اس کی وضاحت کی تو حجاج کی سمجھ میں بات آگئی اور اس نے درگزر کیا۔ (۴۹)

خود حجاج کے بارے میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ اس نے مصحف عثمانؓ کے کئی ایک نسخے تیار کروا کے مختلف جگہوں پر بھیجے تھے۔ (۵۰) عمر بن عبدالعزیز سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ حجاج کی صرف برائیاں کرتے مگر ایک دن کہنے لگے۔ دشمن خدا حجاج کے کسی کام پر مجھے حسد نہیں مگر دو باتوں میں' ایک یہ کہ اس کو قرآن سے لگاؤ تھا اور دوسرا اس کا اپنے لوگوں سے حسن سلوک۔ (۵۱)

ابن ابی داؤد سجستانی کہتا ہے۔ حجاج بن یوسف نے حفاظ اور قراء کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ قرآن کے حروف کو شمار کریں۔ اس طرح نصف قرآن' ارباع' اسباع اور اثلاث معین کیے۔ (۵۲) اسی طرح کہا گیا کہ کچھ لوگوں کو نصر بن عاصم کی سرپرستی میں اس بات پر مامور کیا کہ بعض حروف پر نقطہ گزاری کریں۔ نیز قرآن کے رسم الخط کی گیارہ طریقوں سے اصلاح کی کہ ان میں ہر ایک کا سجستانی نے دو جگہ ذکر کیا ہے۔ (۵۳)

ابن عطیہ (۵۴) لکھتا ہے : قرآن میں اعراب اور نقطہ گزاری عبدالملک بن مروان کے حکم سے کی گئی۔ حجاج نے 'واسط' میں اس کام میں مزید کوشش کی جب کہ وہ عراق کا والی تھا' اس نے حسن بصری اور یحییٰ بن یعمر کو اس کام پر معمور کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک کتاب قرائت اور خط کے سلسلے میں اختلافات پر تصنیف ہوئی کہ لوگ سالوں اس سے استفادہ کرتے رہے' حتیٰ کہ ابن مجاہد نے قرائت کے بارے میں اپنی کتاب لکھی۔ (۵۵)

بے شک یہ نقطہ گزاری' ضبط حرکات و رموز ایک ساتھ وجود میں نہیں آ گئے تھے' بلحہ بتدریج مکمل ہوئے اور آہستہ آہستہ کر کے یہ تیسری صدی ہجری میں اپنے کمال کو پہنچے' مگر شروع ہی سے بعض علماء اس کے خلاف رہے۔ یہاں تک کہ چوتھی صدی ہجری کے اواخر اور پانچویں صدی ہجری کے شروع میں بھی بدعت کے ڈر سے قرآن بغیر نقطے اور اعراب کے لکھے جایا کرتے تھے اور آج بھی ایسے نسخے پیرس کی قومی لائبریری اور دوسرے شہروں میں موجود ہیں۔

قرآن کے دوسرے رموز

دوسرے نئے امور کہ جن سے شروع میں علماء کراہت کرتے تھے مگر بعد میں ان کو قبول کیا گیا' وہ ہر سورۃ پر اس کا عنوان لکھنا' ہر آیت کے آخر میں رموز فاصلہ ثبت کرنا اور قرآن کی اجزاء احزاب اور ارباع میں تقسیم تھی۔ (۵۶)

ہر آیت کے آخر میں جو رموز لکھتے اس سے ایک آیت کی اگلی آیت سے شناخت ہوتی تھی۔ اس زمانے میں ہر آیت کے بعد اس کا نمبر شمار لکھنے کا رواج نہیں ہوا تھا۔ بلحہ ہر دس آیات کے بعد لفظ 'عشر' یا صرف 'ع' لکھ دیتے یا ہر (۵۷) آیات کے آخر میں لفظ 'خمس' یا 'خ' لکھا جاتا۔ مگر آیات کے شمار یا سورۃ کے مکی مدنی ہونے کا ذکر کرنے پر شروع سے اختلاف رہا ہے' کیونکہ آیات کے مکی اور مدنی ہونے پر طرح طرح کا اظہار خیال کیا جاتا رہا ہے۔ بہر حال ان علامات کو متن قرآن سے جو سیاہ روشنائی سے لکھا جاتا' مختلف رنگوں میں لگاتے تاکہ بآسانی پہچانے جا سکیں۔

قرآن کی تیس پاروں میں تقسیم بھی مقابلتاً جدید کام ہے۔ آج جب کہا جائے کہ ایک پارہ قرآن پڑھا گیا تو اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ ۳۰ پاروں میں سے ایک پارہ پڑھا گیا ہے۔ پھر ہر پارے کو چار یا تین حزب میں تقسیم کیا گیا اور ہر آیت کے آخر میں رمز اور نمبر بھی لگایا گیا ہے۔ (۵۸)

بے شک کہا گیا ہے کہ قرآن کو حزب اور جزء میں تقسیم کرنے کی روایت پیغمبرؐ کے زمانے میں بھی ملتی ہے۔ بہت سی احادیث اس کی نشاندھی کرتی ہیں کہ رسول اللہ کے زمانے میں ہی قرآن اجزاء میں تقسیم کیا گیا تھا۔ (۵۹) مالک سے نقل کیا گیا ہے کہ اس کو اپنے جد سے مصحف ملا تھا جو مصحف حضرت عثمان کے زمانے میں لکھا گیا اور اس کے خواتم میں نشان موجود تھے۔ (۶۰) امام جعفر صادقؑ سے نقل ہوا ہے کہ آپؑ کے پاس مصحف تھا جو چودہ جزء پر تقسیم تھا۔ (۶۱)

مگر اس تقسیم اور آج کل کی تقسیم میں بہت فرق ہے۔ ان لوگوں نے قرآن کو ۳ سورۃ، ۵ سورۃ، ۶ سورۃ، ۹ سورۃ، ۱۱ سورۃ، ۱۳ سورۃ وار حزب مفصل میں تقسیم کیا ہوا تھا۔ یعنی پہلی ۳ سورتیں بقرہ، آل عمران اور نساء تھیں۔ بعد کی ۵ سورتیں مائدہ، انعام، اعراف، انفال، برائت اور حزب مفصل سورہ 'ق' سے آخر تک تھیں۔ (۶۲)

ایک علامت یہ بھی تھی کہ آیت کے شروع میں تین نقطے لگاتے (۶۳) اور وضع اعشار کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کو حجاج بن یوسف نے شروع کیا یا مامون عباسی نے اس کے لئے حکم دیا (۶۴) اور اسی طرح قرآن کو نصف، ثلث اور ربع.... عشر تک تقسیم کیا گیا۔ (۶۵)

چند دانشوروں کی رائے

قرآن کے کلمات میں نقطہ گزاری اور ضبط حرکات کی پہلی مخالفت صدر اسلام میں صحابہ اور علماء کی طرف سے ہوئی تھی جو قرآن مجید میں کسی قسم کے تصرف کے روادار نہیں تھے۔ چنانچہ جلیل القدر صحابی ابن مسعودؓ نے کہا تھا۔ ''قرآن کو مجرد رہنے دو۔ اس کو کسی چیز سے آمیختہ نہ کرو''

فواتح اور خواتم کے لئے نقطہ گزاری اور علامت لگانے سے ابن سیرین کو بھی کراہت تھی۔ امام مالک نقطہ گزاری کو مباح جانتے تھے اور ان کا کہنا تھا۔ ان مصاحف میں جس سے علماء تدریس کرتے ہیں نقطہ گزاری سے گریز نہیں کیا جا سکتا، لیکن امہات میں نہیں کرنی چاہیئے۔ (۶۶) 'امہات' سے مراد شاید وہ مصاحف ہوں جو حضرت عثمانؓ نے مختلف شہروں کو بھیجے تھے اور مالک ان میں کچھ بڑھانا پسند نہ کرتے ہوں۔

بعض لوگ نقطہ گزاری اور دس دس آیات (تعشیر) کی نشانی کو قرآن سے الگ سمجھتے تھے اور حرف کی نقطہ گزاری کو تجرید قرآن کے منافی نہیں جانتے تھے۔ ان میں سے ایک حلیمی کا کہنا ہے۔ اعشار اور اخماس (دس دس اور پانچ پانچ آیات) کا شمار، سورہ کا نام اور اس میں آیات کے اعداد لکھنے میں کراہت ہے۔ کیونکہ فرمایا۔ ''جردوالقرآن'' مگر نقطہ گزاری جائز ہے۔ بات یہ نہیں کہ جو قرآن میں نہیں تھا اب وہ قرآن کا جز ہو جائے گا، بلکہ یہ علامات تو الفاظ کے پڑھنے کے طریقے پر دلالت کرتی ہیں اور ان کا ہونا صاحب ضرورت کو نقصان نہیں پہنچاتا۔ (۶۷)

پھر بھی پانچویں صدی ہجری کے شروع میں کچھ لوگ اصرار کرتے تھے کہ قرآن کی قرائت کو نقطوں اور ضبط حرکات سے خالی ہونا چاہیے۔ ان کی نظر میں یہ علامات محض بدعت تھیں، ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی آتش (جہنم) کی طرف لے جاتی ہے۔ اس سے بھی دلچسپ بات یہ کہ بقول دانی کے، کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو حرکات کی جگہ نقطوں کو تو قبول کرتے۔ مگر حرکات کی علامات کو شدت سے رد کرتے جبکہ اسی زمانے میں بہت سے لوگ اس کی مخالفت نہیں کرتے تھے۔ (۶۸) مگر خود ''دانی'' اس کو واجب جانتا تھا کہ نص قرآن مجرد ہو، اس کی وضاحت کے لئے

حرکات متعین کئے جائیں اور دونوں میں امتیاز اور تشخیص ہونی چاہیے وہ اس کو جائز نہیں سمجھتا تھا کہ نقطہ گزاری سیاہ روشنائی سے کی جائے' کیونکہ اس طرح مصحف کے رسم الخط میں تبدیلی کا امکان تھا۔ اسی طرح وہ مختلف قرائتوں کو ایک ہی مصحف میں مختلف رنگوں میں لکھنے کو مناسب نہیں سمجھتا تھا کہ کہیں وہ غلط ملط نہ ہو جائیں۔ اس کا خیال تھا کہ تنوین' تشدید' سکون اور مد سرخ رنگ میں ثبت کرنا چاہیے اور ہمزہ کو زرد رنگ سے لکھنا چاہیے۔ (۶۹)

پھر آہستہ آہستہ ایک وقت وہ بھی آیا کہ مصحف میں نقطہ گزاری لوگوں میں مستحب سمجھی گئی' جب کہ پہلے مکروہ سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ ٹھیک جس طرح پہلے یہ سمجھا جاتا تھا کہ نقطہ گزاری سے تبدیلی پیدا کی جا سکتی ہے' اب لوگ ڈرنے لگے کہ بغیر نقطوں کے ناسمجھ افراد غلطیاں کرنے لگیں گے اور شرارت کرنے کا موقع مل جائے گا۔ ان دونوں باتوں اور رویوں کا محرک وہی قرآن سے والہانہ وابستگی تھی' یہاں تک کہ نووی کو کہنا پڑا۔ 'نقطہ گزاری اور مصحف میں ضبط حرکات مستحب ہے کیونکہ یہ لغزش اور تحریف سے اس کی حفاظت کرتا ہے۔ (۷۰)

اعراب کی اہمیت

اس گفتگو میں اعراب گزاری کی اہمیت کا جا بجا ذکر ہوتا رہا ہے مگر یہاں اس کے ایک دوسرے پہلو کا ذکر ہے اور وہ ایک جملے کے الفاظ کی ترکیب میں اعراب گزاری کی اہمیت ہے۔

قرآن کے مطالب کا فہم اور ادراک اس کے الفاظ کے اعراب سے بہت ربط رکھتا ہے۔ جو آیات آسمانی میں تدبر و تفکر کرنا چاہتا ہے اور کلام الٰہی کو سمجھنا چاہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ الفاظ کے اعراب میں غور و خوض سے کام لے۔ آیات کے صحیح معانی کا ادراک الفاظ کے اعراب کی مدد سے آسان ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ پائے کے مفسرین جیسے صاحب مجمع البیان علامہ طبرسی نے اپنی بحث میں آیات کے الفاظ پر اعراب کے متعلق خصوصی توجہ کی ہے۔

ابوالاسود کے قصے میں ہم نے دیکھا کہ ایک حرف زبر یا زیر سے پڑھنے میں کس طرح ایمان اور کفر کی وجہ بن جاتا ہے۔ نیز مبتدا و خبر فاعل و مفعول کے درمیان امتیاز یا مثلاً ایک لفظ مبادی کلام میں واقع ہے یا اس کے جواب میں یہ امر اس کے معنی سمجھنے میں اہمیت رکھتا ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ میں۔

مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ۔

میں نے ان سے نہیں کہا سوائے اس کے جس کا تو نے حکم دیا کہ میرے پروردگار اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ (۷۱)

شروع میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ 'ان' مصدریہ صلہ کے ساتھ عطف بیان ہے اور اس کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو حکم دیا تھا۔ کہو کہ اس خدا کی عبادت کرو جو مجھ پروردگار کا خدا اور تمہارا پروردگار ہے۔ مگر جب کچھ غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ' انا عبدوا اللہ' کا عطف بیان ہے اور اب معنی وہ ہو جاتا ہے جو اس سے پہلے بیان

ہوا ہے۔ (۷۲) پھر اس آیت میں

وَ اِنْ کَانَ رَجُلٌ یُّوْرَثُ کَلٰلَۃً

اور اگر کوئی مرد یا عورت جس نے میراث' چھوڑی ہو اس کا باپ یا بیٹا نہیں (۷۳)

یہاں کلالہ پر فتحہ ہونا معنی میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس کی کئی توجیہات کی گئی ہیں۔ اول یہ کہ وہ حال کی جگہ مصدر تھا اور ترکیب یہ ہوئی۔ 'یورث متکلل النسب' رمانی اور بلخی نے کہا ہے۔" کان" کی خبر کی بناء پر آیا ہے کہ 'رجل' ... 'کان' کا اسم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح 'امراۃ' اور 'یورث' اس کی صفت ہے اور 'کلالۃ' ... 'کان' کی خبر ہے اور کسی کا قول تھا کہ 'کلالۃ' --- موروث مردہ ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے۔ مفعول دوم 'یورث' ہے اور تفسیر یوں ہوئی۔ 'یورث مالہ کلالۃ' حسن بصری اور عیسیٰ بن عمرو اس کو 'یورث' 'ر' کی کسر کے ساتھ پڑھتے 'یعنی اگر ایک شخص اپنا مال دے کلالہ کو (۷۴) ..... نیز کہا گیا ہے کہ اگر 'کلالۃ' کو مضاف کے ساتھ ورثہ کے لئے اسم سمجھا جائے یعنی 'ذاکلالۃ' تو پھر ممکن ہے 'کلالۃ' حال یا خبر ہو۔ مگر کلالہ اسم قرابت کے لئے ہو تو پھر یہ مفعول لاجلہ کے باعث منصوب ہو جائے گا۔

اس کی بحث بہت طویل ہے جس سے ایک کتاب مرتب ہو سکتی ہے' یہاں ایک دو مثالیں دی گئیں کہ اختصار منظور ہے اور ان مسائل کو سمجھنے والے اس کی اہمیت کو خوب جانتے ہیں۔

حوالہ جات

(۴۶) المصنف ۹'۲۱'۲۴'۲۵' ابن عساکر ۵۔ ۴۴۵' مقدستان ۲۷۵

(۴۷) عبید اللہ بن زیاد بن ابی سفیان پہلے خراسان کا اور پھر عراق کا حاکم بنا۔ ۶۷ھ (۶۸۶ء) میں ہلاک ہوا۔ زتر شتن۔ دائرۃ المعارف ۴۔ ۳۷۱

(۴۸) حجاج بن یوسف ثقفی خونخوار' ظالم اور بد صورت مگر باکفایت اور فصیح آدمی تھا۔ پہلے وہ اپنے باپ کے ساتھ طائف میں معلمی کرتا تھا مگر بعد میں عبد الملک بن مروان کے وزیر روح کے لشکریوں میں شامل ہو گیا۔ پھر اپنی کفایت شعاری' جنگی مہارت اور سخت گیری کی وجہ سے سپہ سالار بنا دیا گیا۔ اس کے بعد حجاز کا حاکم بنا اور عبد اللہ بن زبیر جو زاہد اور عابد تھے اور بنی امیہ کے خلاف کھڑے ہو گئے تھے۔ اس نے ان کو دار پر چڑھا دیا۔ اس مہم میں خانہ کعبہ پر منجنیق برسائی اور اس کو نقصان پہنچایا۔ (۷۲ھ یا ۷۳ھ' ۶۹۲ء تاریخ متوفی۔ ۲۶۸' تاریخ الخلفاء۔ سیوطی۔ ۱۴۲) ۷۵ھ میں عبد الملک بن مروان نے عراق' حجاز' خراسان اور فارس کی حکومت اس کے سپرد کی اور اس نے ہر قسم کے فتنے اور بغاوتیں بڑی سختی اور شقاوت قلبی سے فرد کیں' وہ مرتے دم تک ان علاقوں کا حاکم تھا۔ وہ طائف میں ۴۱ھ میں پیدا ہوا اور ۹۵ھ (۷۱۴) میں بصرہ اور کوفہ کے درمیان شہر وسط میں جو اس نے ۸۶ھ میں آباد کیا تھا۔ مہلک اور سخت مرض میں مبتلا ہو کر مرا۔ کہتے ہیں کہ جب حسن بصری نے اس کی موت کی خبر سنی تو سجدہ شکر بجا لائے اور بقول سامی یہ شخص بنی امیہ کی حکومت کے مشاہیر امراء میں سے تھا کہ جس کا نام ظلم اور ستم کی مثال کے لئے استعمال ہونے لگا۔

نزہۃ القلوب مقالہ ثالثہ ص ۲۹' عقد الفرید۔ ۱۴۲'۱۵۲' تہذیب التہذیب ۳۔ ۲۱' معجم البلدان ۸'۳۸۲' لسان المیزان ۲۔

۱۸'روضات الجنات۔ ۱۱۲۔ فہرست کتب تاریخ طبری البیان والتبین' عیون الاخبار۔ ابن قتیبہ' سیرہ عمر بن عبد العزیز' الوزراء والکتاب۔ جہشیاری' تاریخ الخلفاء۔ سیوطی۔ التاج۔ جاحظ از لغت نامہ (مجلد ا۔ لفظ' حجاج' لامنس' دائرۃ المعارف اسلام' لفظ حجاج ۳۔ ۲۱۵۔

(۴۹) کتاب المصاحف۔ ۱۱۸' بلاشر نے بھی بغیر نام لئے اس کے کام کا ذکر کیا ہے۔

BLACHERE : INTRODUCTION AU CORAN P. 80 NOTE 104 NOLDEKE : GES-CHICKETEDESQORANTEXTS. S 255.

(۵۰) اس کی تبدیلیوں کے بارے میں ملاحظہ کریں' مصاحف ۴۹' لغت نامہ۔ لفظ حجاج

(۵۱) سیرہ عبد العزیز ۸۹ (۵۲) کتاب المصاحف ۱۱۹-۱۲۰

(۵۳) کتاب المصاحف ۴۹' ۱۱۷

(۵۴) عبد الحق بن ابی بکر بن عبد الملک غرناطی (تقریباً ۵۴۳ھ) مصحف الجامع المحرر الصحیح الوجیز فی تفسیر القرآن العزیز (اندلس) قرطبی اپنی مشہور تفسیر الجامع الاحکام القرآن میں جو ۳۰ جلدوں میں ۱۹۳۳-۱۹۵۰ مصر میں طبع ہوئی اس سے بہت نقل کرتا ہے۔

ترجمہ ابن عطیہ کو ملاحظہ کریں۔ القلائد۔ ابن خاقان ۲۳۹- ۲۴۷' البغیہ۔ سیوطی۔ ۴۹' الصلیہ۔ ابن بشکوال۔ ۸۳۵۔ از مقدستان فی علوم القرآن ۴

(۵۵) مقدمہ ابن عطیہ اس کی تفسیر الجامع المحرر' المقدمستان۔ ۲۷۶ (۵۶) المحکم ۱۶

(۵۷) کتاب المصاحف سجستانی ص ۱۳۷۔ اس میں ان عنوانات اور رموز کے بارے میں حمایت اور مخالفت کرنے والوں کے خیالات درج ہیں۔

(۵۸) ملاحظہ کریں اغیث النفع۔ علامہ مفاقسی ناظمۃ الزہر و شرمہار تحقیق البیان وارشاد القراء والکا تبین از ابو عیدر ضوان المخلاقی

(۵۹) ابو داؤد' سنن' باب تخریب القرآن میں دس بن حذیفہ اور امام محمد اپنے مسند میں عبد الرحمن بن مہدی اور ابو یعلی سے نقل کرتے ہیں اور ابن ماجہ' ابو بکر بن ابی شیبہ و ابو خالد سے روایت کرتا ہے۔ تفسیر قرطبی ا۔ ۶۳' کتاب المصاحف ۱۱۸' البرہان فی علوم القرآن ا۔ ۲۵۰' طبقات الکبیر' ابن سعد ۵۔ ۳۷۴ طبع نحو ابو داؤد رمضان باب ۸' سنن۔ ابن ماجہ۔ الاقامہ ۱۷۸ مسند احمد بن حنبل ۴۔ ۹' ۳۴۳' ۳۵۳' ۳۵۵' ۳۸۱' ۳۸۳' مسند۔ طیاسی۔ حدیث ۸-۱۱

BALANCE, INTR. P. 137 NOTE : 182

(۶۰) تفسیر قرطبی ا۔ ۶۳-۶۴' المحکم۔ ۱۷

(۶۱) اصول کافی ۲۔ ۶۱۸

(۶۲) برہان ا۔ ۲۴۷' اتقان ا۔ ۶۳

(۶۳) کتاب المصاحف۔ ۱۴۳' الاتقان ۲' ۱۷۱

(۶۴) برہان ا۔ ۲۵۱' مقدمہ ابن عطیہ از مقدستان۔ ۲۷۶

(۶۵) برھان ا : ۲۵ : ۲۵۳ ومقدمہ کتاب المبانی ۲۳۵

(۶۶) النقط۔ ابو عمر والدانی۔ ۱۳۴' الاتقان ۲۔ ۱۷ انوع ۷۶۔

(۶۷) الاتقان ۳۔ ۱۷۱۔ طبع سوم بابی حلبی ا یا ۲۔ ۲۹۱ طبع حجازی

(۶۸) الدانی۔ النقط۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔

(۶۹) ایضاً۔ ۱۳۳

(۷۰) الاتقان ۲۔ ۱۷ انع ۷۶' مناہل العرفان ا۔ ۲'۴

(۷۱) سورہ مائدہ۔ آیت ۱۱۷

(۷۲) منہاج النجاۃ ا۔ ۱۴۳

(۷۳) سورہ ۴ نساء۔ آیت ۱۲

(۷۴) ابو الفتوح رازی ۳۔ ۱۲۶